اسلام میں اختلاف کے آداب

(۸)

فقہاء کا اختلاف اور اس کے آداب (۲)

ترجمہ وتلخیص جناب عبدالحی ابڑو صاحب - اسلامی یونیورسٹی - اسلام آباد۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: مالک بن انس میرے استاد ہیں، انہی سے میں نے علم حاصل کیا ہے، علماء کے حلقہ میں وہ ایک روشن ستارے کی مانند ہیں۔ میرے نزدیک اُن سے بڑھ کر قابلِ اعتماد اور بھروسہ کے لائق کوئی نہیں۔

نیز وہ کہا کرتے تھے: اگر مالکؒ کے واسطہ سے کوئی حدیث تم تک پہنچے تو اُسے مضبوطی سے تھام لو، اس لیے کہ انہیں جب کسی حدیث کی صحت کے بارے میں ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو اُسے مکمل طور پر چھوڑ دیتے[۱]

امام احمدؒ بن حنبل اور امام مالکؒ ابوزرعہ دمشقی سے روایت ہے: ایک مرتبہ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ اگر سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ کا کسی روایت کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو آپ کے نزدیک کون قابلِ ترجیح ہے؟ امام احمدؒ نے فرمایا: میرے دل میں امام مالکؒ کی زیادہ عظمت ہے۔ پھر میں نے پوچھا: مالکؒ اور اوزاعیؒ اگر آپس میں اختلاف کریں؟ آپ نے جواب دیا: "مالکؒ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں، اگرچہ اوزاعیؒ بھی اپنی جگہ

---

[۱] انتقاء ص: ۲۳

امام ہیں۔ پھر پوچھا گیا: ابراہیم نخعیؒ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ (یہ سوال شاید اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر کیا گیا تھا کہ ابراہیم نخعیؒ اور امام مالکؒ نہ تو ہم عصر تھے اور نہ ہی ان دونوں کا علمی میدان مشترک تھا)۔ امام احمدؒ نے کہا: ان کے بارے میں ان کے اپنے معاصرین کے حوالے سے بات کر دو۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص صرف کسی ایک محدث کی روایات حفظ کرنا چاہے تو آپ کی نظر میں ایسا محدث کون ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: میں امام مالکؒ کی روایات کے حفظ کا مشورہ دوں گا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بعض علماء کی آراء

حضرت شعبہؒ بن الحجاج علم حدیث میں امیر المومنین کا درجہ رکھتے تھے۔ اور اہل الرائے میں امام اعظمؒ کا جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دونوں کے نقطہ نظر میں اس واضح فرق کے باوجود حضرت شعبہؒ امام ابوحنیفہؒ کے علم و فضل کے بڑے قدر دان تھے۔ دونوں حضرات کے درمیان باہمی محبت تھی اور خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ قرار دیتے تھے۔ اور ان سے حدیث بیان کرنے کو کہا کرتے تھے۔ انہیں جب امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا: اُن کے ساتھ ہی کوفہ کا فقہ بھی رخصت ہو گیا، انہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے۔[2]

یحییٰ بن سعید القطان سے ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: بخدا، اُن کی اچھی بات کو قبول کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہوتا۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ائمہ کرام اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کی اچھی باتیں قبول کر لیتے تھے، ان کی فضیلت بیان کرتے، اور ان کے اقوال انہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔

مشہور بزرگ، عابد و زاہد اور مجاہد حضرت عبداللہ بن المبارک سے امام ابوحنیفہؒ کی

[1] انتقاء ص: ۳۰

[2] ایضاً ص ۱۲۶

تعریف و توصیف میں کئی روایات نقل ہوئی ہیں۔ وہ امام صاحب کا تذکرہ بہت اچھے انداز میں کرتے اور ان کی راست روی و پاکبازی بیان کرتے تھے، ان کی مدح میں رطب اللسان رہتے اور ان کے اقوال کو قبول کرتے تھے۔ اپنی مسجد میں ان کے خلاف کوئی بات گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شریک مجلس نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اشارۃً نامناسب بات کرنا چاہی تو انہوں نے اسے فوراً ٹوک دیا اور کہا: خاموش رہو، اگر تمہیں ابوحنیفہؒ کی زیارت نصیب ہوتی تو تمہیں (ان کی ذات میں) علم و فضل ہی نظر آتا۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: امام مالکؒ سے ایک مرتبہ عثمان بتیؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ متوسط درجے کی صلاحیت کے مالک ہیں۔ پھر ابن ابی شبرمہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو بھی انہوں نے یہی جواب دیا۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اگر وہ مسجد کے (مٹی اور کنکر سے بنے ہوئے) ان ستونوں کو لکڑی کے ستونوں پر قیاس کرتے ہوئے اپنا استدلال پیش کریں تو بھی ان کے استدلال میں اس قدر قوت ہوگی کہ تمہیں ان کے استدلال کو تسلیم کرنا پڑے گا۔[1] امام شافعیؒ سے مروی یہ مقولہ تو بہت مشہور رہا ہے کہ .... فقہ میں لوگ ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔[2]

ان حضرات کی مجلسوں میں تمام حضرات کا ذکر اچھائی ہی سے ہوا کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص ائمہ کے بارے میں حدودِ ادب سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتا تو اُسے راہِ راست پر لگا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح کسی امام کے بارے میں ناپسندیدہ بات کرنے والے کو فوراً روک دیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر ایک بزرگ فضلؒ بن موسیٰ السینانی سے پوچھا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کرنے والوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے

1. انتقاء ص ۱۴۷
2. ایضاً ص ۱۳۶

جواب دیا: ابوحنیفہؒ نے وہ تمام علم پیش کر دیا جسے یہ لوگ جانتے تھے یا جس سے ناواقف و ناآشنا تھے اور ان کے لیے کچھ رہنے نہیں دیا اس لیے لوگ اُن سے حسد کرنے لگے۔[1]

یہ اقوال ان ائمہ حدیث کے ہیں جو امام صاحب کی بہت سی آرا سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس اختلاف کے باوجود انھوں نے امام صاحب کی تعریف و توصیف کی اور ان کی خوبیوں کا برملا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کے باہمی اختلاف کا سبب نہ تو نفسانی خواہشات تھیں اور نہ ہی تفوق و برتری کی آرزو۔ بلکہ تمام حضرات تلاشِ حق ہی کو اپنی متاعِ گم شدہ سمجھتے تھے۔ یہ آدابِ حسنہ اگر ان کے اندر نہ پائے جاتے تو بہت سے علماءِ سلف کا فقہی ورثہ ناپید ہو چکا ہوتا۔ ایک دوسرے کا دفاع بھی وہ اسی لیے کرتے تھے کہ اُمت کے اس گراں قدر اثاثے کی جس کے ذریعے ہی سے اس اُمت کا نظامِ زندگی راہ راست پر قائم رہ سکتا ہے، حفاظت کا اہتمام ہو سکے۔

امام شافعیؒ کے بارے میں بعض علماء کی آراء

امام ابن عیینہؒ جیسے بلند مرتبہ و مقام رکھنے والے عالم و فقیہ کے سامنے جب تفسیر اور فتویٰ کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام شافعیؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ان سے پوچھو۔ آپ کے بارے میں اکثر کہا کرتے: یہ اپنے وقت کا سب سے بہتر نوجوان ہے۔ آپ کی وفات کی خبر سُن کر فرمایا: محمدؒ بن ادریس (شافعی) کے انتقال سے زمانے کا سب سے بہتر شخص اس دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

یحییٰ بن سعید القطان کہا کرتے تھے: "میں اپنی نماز میں بھی شافعیؒ کے لیے دُعا کرتا ہوں"۔

ایک دوسرے عالم عبداللہ بن عبدالحکم اور ان کا صاحب زادہ مسلک کے لحاظ سے امام مالکؒ کے پیروکار تھے۔ اس کے باوجود اُنھوں نے اپنے بیٹے کو امام شافعیؒ کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کرتے ہوئے کہا تھا: ان (شافعیؒ) کا دامن تھامے رہو۔ علمِ اُصول (یا اُصولِ فقہ) کا ان سے بڑھ کر عالم میں نے کوئی نہیں پایا۔" ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کی اس نصیحت پر عمل کیا۔ اور اس کا انھیں بہت فائدہ بھی پہنچا جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں: "اگر امام شافعیؒ

[1] انتقاء ص ۱۳۶

نہ ہوتے تو مجھے کسی کی بات کا جواب دینا تک نہ آتا، یہ سب کچھ میں نے انہی سے سیکھا۔ انہوں نے ہی مجھے "قیاس" سکھایا۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ بلاشبہ وہ سنت و آثار میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اپنی ذات میں فضیلت و خیر سموئے ہوئے تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ فصیح زبان اور محکم و مستقیم عقل کے مالک تھے۔[1]

امام احمدؒ و شافعیؒ امام احمدؒ کے فرزند عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابا جان سے پوچھا: یہ شافعی کون ہیں جن کے لیے آپ بکثرت دعا مانگتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بیٹے، شافعیؒ دنیا کے لیے آفتاب اور نوعِ انسانی کے لیے سلامتی و عافیت کی مانند تھے، کیا ان دونوں چیزوں کا کوئی بدل ہو سکتا ہے؟"

صالح بن امام احمدؒ کہتے ہیں کہ یحییٰؒ بن معین نے ایک دفعہ میرے ساتھ ملاقات کے دوران میں کہا: "کیا آپ کے والد (امام احمدؒ) اپنے رویے پر شرماتے نہیں؟ میں نے پوچھا: "کیا بات ہے؟" انہوں نے کہا: میں نے انہیں ایک روز اس حال میں دیکھا کہ شافعیؒ سوار ہیں اور یہ ان کی سواری کی لگام تھامے ہوئے پیدل چل رہے ہیں۔ اس بات کا تذکرہ میں نے اپنے والد صاحب (امام احمدؒ) سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر ملاقات ہو تو میری طرف سے انہیں کہہ دینا کہ اگر علم و تفقہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو آ کر تم بھی دوسری طرف سے ان کی رکاب تھام لو۔[2]

ابو حمیدؒ بن احمد البصری کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام احمدؒ سے کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ ایک شخص نے اُن سے کہا: ابو عبداللہ کیا اس بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔ امام احمدؒ نے فرمایا: یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، مگر اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا یہی قول ہے اور اس میں ان کی دلیل سب سے مضبوط ہے اور امام شافعیؒ وہ شخص ہیں جن سے ایک مرتبہ چند مسائل کے بارے میں ان کی رائے

---

[1] انتقاء ص: ۷۳

[2] ایضاً ص: ۷۳

پوچھی تو انہوں نے ان مسائل کے مدلّل جوابات دیئے اور جب میں نے ان کے مآخذ کے بارے میں پوچھا کہ اس سلسلے میں کوئی قرآنی آیت یا حدیث ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں، اور پھر فوراً ایک حدیث پیش کر دی جس میں وضاحت کے ساتھ مسئلہ کا حل موجود تھا۔[1]

امام احمدؒ فرماتے ہیں: "مجھے اگر کسی مسئلہ کے بارے میں کسی حدیث کا علم نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں: اس بارے میں شافعیؒ کا قول یہ ہے۔ اس لیے کہ وہ قریش کے نمایاں عالم اور امام ہیں"۔[2]

داؤد بن علی اصبہانی اسحاقؒ بن راہویہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ ان سے مکہ مکرمہ میں احمدؒ بن حنبل ملے اور کہا: آیئے، میں آپ کو ایسے شخص کی زیارت کراتا ہوں جس کی نظیر آپ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ پھر انہوں نے میری (امام) شافعیؒ سے ملاقات کرائی۔

ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ امام شافعیؒ کے بارے میں امام احمدؒ کی یہ رائے اس لیے تھی کہ وہ ان کے استاد تھے لہٰذا کوئی شاگرد اگر اپنے استاد کا مداح اور اس کے علم و فضل کا معترف ہو تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ لیکن دوسری طرف امام شافعیؒ بھی حضرت امام احمدؒ بن حنبل کے فضل اور علم حدیث میں ان کی مہارت کے یکساں طور پر معترف تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ ان سے مخاطب ہو کر کہا تھا: آپ حدیث اور علم رجال کے متعلق خود مجھ سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں، اگر حدیث صحیح ہو تو مجھے اس کے متعلق آگاہ کریں، چاہے وہ حدیث کوفہ سے تعلق رکھنے والے کسی محدث نے روایت کی ہو یا بصرہ و شام سے تعلق رکھنے والے، اگر صحیح ہو گی تو میں اُسے اختیار کر لوں گا۔[3] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ اُستاد اور شاگرد

---

[1] آداب الشافعی و مناقبہ ص ۸۶-۸۷

[2] حاشیہ آداب الشافعی و مناقبہ ص ۸۶

[3] الانتقاء: ۷۵

کا نہیں تھا، اعترافِ کمال کا تھا۔

امام شافعیؒ جب امام احمدؒ سے کوئی روایت بیان کرتے تو تعظیماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ کہتے: ہمیں ایک ثقہ (قابلِ اعتماد) شخص نے یہ حدیث بتائی ہے وغیرہ وغیرہ۔[1]

خلاصۂ کلام

اس سرسری جائزے سے اسلاف کرام کے آدابِ اختلاف کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کے اعلیٰ اخلاق پر اجتہادی مسائل میں اختلافِ رائے کبھی طرح بھی اثر انداز نہیں ہوسکا۔ اس لیے کہ ان کی تربیت درس گاہ نبوی میں ہوئی تھی جس کی وجہ سے نفسانیت ان پر غلبہ نہ پاسکی۔ آج جب کہ اپنے مسائل و معاملات میں ہم افتراق و انتشار کا شکار ہیں ہمیں سلفِ صالحین کے ان بلند آداب اختلاف کے سایہ دار درخت کا سہارا لے کر اپنے آپ کو ان آداب و اخلاق سے آراستہ کرنا چاہیے، جن سے وہ متصف تھے۔ اسی پر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا انحصار ہے۔

اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ بعض مواقع پر ان آداب کا پورا پورا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن یہ طرزِ عمل بعد کی صدیوں سے متعلق ہے جن میں تقلید و تعصب کا چلن عام ہوچکا تھا۔ اس زمانے کے علماء و مقلدین اختلاف کے پیچھے کارفرما اسباب کی حقیقت اور روح کو سمجھ نہ سکے اور ان آدابِ عالیہ کے مقصد و منشا تک رسائی حاصل نہ کرسکے جو صرف تلاشِ حق کے سچے جذبے کا نتیجہ تھے۔ غالباً امام غزالیؒ نے ایسے افراد ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: وہ فقہاء جو مطلوب تھے، اب طالب بن گئے، وہ حکمرانوں اور امراء سے دُور رہنے کی وجہ سے باعزت تھے، مگر اب ان کی رضاجوئی کرکے ذلیل و خوار ہونے لگے ہیں۔

مطلوب شخص چونکہ اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے اس لیے وہ حق و راستی کی راہ پر گامزن رہتا ہے، جب کہ طالبِ دُنیا ضمیر فروش ہوتا ہے، اس کے خریدار کو جو بات اچھی لگے وہی اس کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔ ایسے طالبانِ دُنیا کی کارستانیوں ہی کا نتیجہ برآمد ہوا کہ جو

(باقی بر صفحہ ۴۸)

[1] مناقب الامام احمد (ابن الجوزی) ص ۱۱۶

(بقیہ اسلام میں اختلاف کے آداب)

اختلاف باعثِ رحمت تھا اور جس کی وجہ سے فقہِ اسلامی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، اور جس کے ذریعے دینِ اسلام کا فطرت و واقعیت کے عین مطابق ہونا اور اس میں لوگوں کی مصلحتوں کا بھرپور لحاظ رکھا جانا ثابت ہو گیا، وہی اختلاف مسلمانوں کے افتراق و انتشار اور باہم دست و گریبان بن جانے کا ایک ذریعہ بن گیا۔ جس نے آگے چل کر ایک ایسے دردناک عذاب کی شکل اختیار کر لی جس نے اُمتِ مُسلمہ کو بے فائدہ اور لایعنی اُمور میں اُلجھا کر اُس کی قوت، وطاقت اور صلاحیتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔